© rasailojaraid.com

عہد وارث شاہ میں معاشرتی خدوخال

ڈاکٹر منیر گجر*

Abstract

A great poet must be a true depicter of his time. The significance of historical endeavours acquires more importance when extracted from a piece of literature, for the reason that it is a direct and unstructured record of the people's daily life. Waris Shah's "Heer" is rich with contemporary political goings-on. He was an acute observer of the society. He used the contemporary events in such a way that they do not interrupt the continuity of the story, instead they supplement more colours to the tale by relating it to these happenings. The great Mughal Empire had been shaken by the Persian and Afghan invaders. Mughal princes were fighting like enemies for the throne. The trickled-down effect of these fights and invasions resulted in form of rudeness and violence in the life of commoners. This article is an ammended description of a topic from author's Ph.D. dissertation.

تلخیص

بڑے اور اعلیٰ تخلیق کاروں کی تخلیق میں ان کا عہد ضرور جھلکتا ہے۔ سماج میں وقوع پذیر ہونے والی سیاسی اور سماجی تبدیلیاں اور ان کے نتیجے میں لوگوں کی بدلتی سوچ کسی بھی شاعر یا تخلیق کار کی تخلیق کا ضروری انگ ہوتا ہے۔سماج میں ہو رہے بدلاؤ کو جتنی باریکی، نفاست اور رمزیہ انداز میں کوئی بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اتنا ہی بڑاشاعر مانا جاتا ہے۔ بڑا

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، یونیورسٹی آف سرگودھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاعر صرف اپنے عہد میں ہی نہیں بلکہ اس سے آگے پیچھے دیکھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اورمبالغے کی حد تک آنے والے وقت کی درست تصویر دکھا دیتا ہے کیوں کہ کئی دفعہ اس کا تخلیقی ذہن ایک خاص وقت سے آگے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ حال سے زیادہ اہم مستقبل کی تصویر کشی ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو اس کے لیے تیار کیا جاسکے۔ ارسطو کے بقول:

> ".....Poet's function is to describe, not the thing that has happened, but a kind of thing that might happen, i.e. what is possible as being probable or necessary."[۱]

وارث شاہ کا دور نا صرف پنجاب بلکہ پورے ہندوستان کی تاریخ میں سیاسی حوالے سے بہت برا مانا جاتا ہے۔ مغلیہ سلطنت رو بہ زوال تھی۔ 1707ء میں اورنگ زیب کی موت سے اس سلطنت کا زوال شروع ہو اجو کبھی دنیا کی عظیم ترین سلطنتوں میں شمار ہوتی تھی۔تارا چند کے بقول:

> "....at the death of Aurangzeb its boundaries marched in the north with the Karakoram mountains and the Oxus river, and reached down to the kaveri river in the south. From west to east empire lay between the kingdoms of Persia and Burma. The Mughals thus ruled over territories larger in extent than any empire before or after them."[۲]

وارثی عہد پنجاب میں انتہائی بد امنی کا زمانہ تھا۔ اس جیسے عظیم شاعر کا ان حالات سے بے نیاز رہنا ناممکن تھا۔آج اس کی ''ہیر'' کو پنجاب کا انسائیکلو پیڈیا، پنجاب کی تصویر، پنجاب کی تاریخ اور بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وارث شاہ نے اس کہانی کے پردے میں معاصر تاریخ کو اس دور کے عام آدمی کی آنکھ سے دیکھا اور پھر خوبصورت رمزیہ انداز میں بیان کر دیا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں میں حکومت کے لیے خونی لڑائیاں ہوئیں۔ اسے شاید اس بات کا پہلے سے اندازہ تھا۔ اس نے مرنے سے پہلے ہی سلطنت کو تین حصوں میں بانٹ دیا تھا۔

> "Shortly before his death he wrote a will giving the northern districts of his empire to Moazzam, the southern to Azam, and the kingdoms of Gloconda and Bijapur to the youngest son, Kam Baksh."[۳]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تینوں پورے ہندوستان پر حکومت کا خواب دیکھے بیٹھے تھے۔ لڑائیاں شروع ہوئیں تو ایک میں شہزادہ اعظم اور دوسری میں اورنگ زیب کا سب سے لاڈلا بیٹا کام بخش مارا گیا۔ شہزادہ معظم بہادر شاہ کے لقب کے ساتھ تخت نشین ہوا۔[۴] ان لڑائیوں کا نقصان یہ ہوا کہ مرکزی حکومت کو جاتا دیکھ کر چھوٹے موٹے گروہ اُٹھ کھڑے اور لوٹ مارعام ہوئی۔اسی دور میں سکھ ایک طاقت بن کر ابھرے۔ فرخ سیر کے دور (1713ء) میں عبدالصمد خاں کو لاہور کا صوبیدار بنایا گیا تو اس نے سکھوں کی بڑھتی طاقت پر قابو پایا۔[۵] سکھوں اور مغلوں کی یہ آنکھ مچولی جاری ہی تھی کہ 1739ء میں نادر شاہ نے پنجاب پر حملہ کر دیا۔[۶] اس نے دہلی تک پہنچتے اور واپس جاتے راستے میں پڑنے والی بستیاں اجاڑ دیں۔ یہ وارث شاہ کی جوانی کاابتدائی دور تھا۔ نادر شاہ کے حملے کے بارے میں اس نے ''ہیر'' میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

نادر شاہ توں ہند پنجاب تھڑکے، میرے باب دا تدھ بھونچال کیتا۔[۷]

نادر شاہ بظاہر تو اسلام اور امن کا علم بردار بن کر نکلا تھا لیکن اصل میں یہاں کی دولت اور خوشحالی دیکھ دیکھ کر اس کے مونہہ میں پانی آتا تھا۔ ادھر سے جانے والے لوگوں کی زبانی وہ برِعظیم کی امارت کے قصے سنتا رہتا تھا۔ اسے حملے کا بہانہ چاہیے تھا۔ اس نے مغل شہنشاہ سے کہا کہ وہ ایران کی طرف سے ہندوستان کی سرحد بند کر یں کیونکہ ایرانی بھگوڑے فرار ہو کر ہندوستان آجاتے ہیں۔شہنشاہ نے اس بات پر دھیان نہ دیا۔ کوئی جواب نہ ملنے پر نادر شاہ کو اور بھی خوشی ہوئی۔ اس نے ہندوستانی سرحد پار کی اور شہنشاہ سے کہا کہ وہ صرف مفروروں کا پیچھا کرنے آیا ہے۔ اس کی آئے دن کی مہم جوئی سے ایران میں قحط جیسی صورتحال برپا تھی اور حکومت کے پاس فوجیوں کو تنخواہ دینے کے لیے بھی پیسے نہیں تھے۔ہندوستان کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا۔اس پر قبضہ ہو جاتا تو سارے مسائل حل ہو سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اس وقت مغلیہ سلطنت میں گروہ بندیاں عروج پر تھیں۔دربار میں ایرانی اور تورانی گروہوں کے سرکردہ لوگوں نے بھی خط و کتابت سے اسے حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ یہ دونوں گروہ ہندوستانی نہیں تھے اس لیے ان کی ہمدردیاں بھی مقامی لوگوں کی بجائے نادر شاہ کے ساتھ تھیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"About the same time letters were received by the Shah from Nizam-ul-Mulik and Saadat Khan, the disaffected omerahs of the Mughal court, inviting him to march to India, extirpate the family of Tymur, and assume the reins of Government himself."[۸]

نادر شاہ نے پنجاب میں داخل ہوتے ہی اپنی فوجوں کو کھلے عام لوٹ مار کی اجازت دے دی۔لاہور کے صوبیدار زکریا خاں نے بھاری تاوان ادا کر کے اپنی خلاصی کروائی۔ اس تاوان کے بدلے نادر شاہ نے اسے لاہور کی صوبیداری کے منصب پر بحال رکھا۔نادر شاہ دہلی کی طرف بڑھا اور کرنال کے مقام پر اس کا سامنا مغل فوجوں سے ہوا۔چند گھنٹوں میں ہی فیصلہ ہو گیا اور جیت نادر شاہ کا مقدر ٹھہری۔سر جارج ڈنبر کے بقول:

"Muhammad Shah was totally defeated in less than three hours, and the imperial field treasury, guns, elephants and baggage all fell into the hands of the victors. After the battle, the Nizam, "The key of the state of India", was sent to open peace negotiations; and on the 7th March the Persian king and Muhammad Shah entered Delhi together to settle the terms of indemnity."[۹]

دہلی میں نادر شاہ نے قتلِ عام کا حکم جاری کر دیااور لوٹ مار کی انتہا کر دی۔ صدیوں جمع کیا گیا مغلیہ خزانہ خالی ہو گیا۔ واپس جاتے ہوئے اس نے مغل شہنشاہ محمد شاہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیاجس کے تحت پنجاب کے بہت سے زرخیز علاقے اس کی ملکیت میں چلے گئے۔ جے ایس گریوال نے اس معاہدے کو یوں بیان کیا ہے:

"He left Delhi in May after formal treaty with the Mughal territories to the west of river Indus were ceded to the Persian monarch. The four parganas (Chahar Mahal) of Sialkot, Pasrur, Aurangabad and Gujrat in the province of Lahore too were ceded to Nadir Shah."[۱۰]

نادر شاہ کے اس حملے نے ہندوستان کی کمر توڑ کے رکھ دی۔آخری ہچکولے کھاتی مغلیہ سلطنت کے لیے یہ بہت بڑا دھچکا تھا۔ صدیوں کا جمع شدہ خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ مارے گئے تھے۔ معاشی حوالے سے ہندوستان باسیوں کا ایسا برا حال پہلی بار ہوا تھا۔اس حملے میں پنجاب ہی سب سے زیادہ متاثر ہوا تھا۔ نادر شاہ کا نام لوگوں کے لیے دہشت کی علامت بن چکا تھا۔ اس کے حملے سے حکومتی عمل داری کمزور ہوئی اور زکریا خاں، جس کے خوف سے سکھ پناہ لینے کے لیے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے تھے، کا رعب بھی ختم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گیا۔سکھوں نے منظرِ عام پر آ کر پھر سے میدانی علاقوں میں لوٹ مار شروع کر دی۔ ہر طرف بد امنی اور لاقانونیت عام ہو گئی۔ زکریا خاں نے اپنی دانائی اور جنگی حکمتِ عملی سے کسی حد تک ان پر دوبارہ قابو پا لیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے یحییٰ خاں کو لاہور کی گورنری ملی۔ اس نے سکھوں کی بڑھتی طاقت سے ٹکر لی۔ ایمن آباد اور ارد گرد کے علاقے سکھوں کی لوٹ مار کا گڑھ بنے ہوئے تھے۔یحییٰ خاں نے لکھپت رائے کی سربراہی میں ایک بڑی فوج ان کی سرکوبی کے لیے بھیجی جس نے نا صرف سکھوں کو شکست دی بلکہ ایک ہزار کے قریب سکھ باغیوں کو گرفتار کر کے لاہور لایا گیا۔ ان سب قیدیوں کودہلی دروازے میں یکے بعد دیگرے قتل کیا گیا۔اس واقعے کی یاد میں سکھ اس مقام کو شہید گنج کہتے ہیں۔

"....he brought with him a thousand Sikhs in irons to Lahore, and having compelled them to ride on donkeys barebacked, paraded them in the bazars of Lahore. They were then taken to the nakhas khana or horse market, outside the Delhi Gate of the city, and there beheaded one after another, without mercy. The place has since been called by the Sikhs Shahidganj, or place of martyrdom in commemoration of the event."[۱۱]

یحییٰ خاں نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی بھی کسی سکھ کا سر قلم کر کے لائے گا اسے انعام دیا جائے گا۔ روزانہ کتنے ہی سر اس کے سامنے پیش کیے جاتے۔ ایسی دہشت زدہ فضاء پیدا ہوئی کہ بہت سے سکھوں نے داڑھیاں اور بال کٹوا لیے۔اس کے بعد یحییٰ خاں کے چھوٹے بھائی شاہنواز خاں نے اس سے گورنری چھین لی اور یحییٰ خاں کو قید کر لیا۔ یحییٰ خاں کسی طور وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور دہلی پہنچ گیا۔شاہنواز خاں کو اس کے دہلی پہنچنے پر فکر لاحق ہوئی تو اس نے گورنری پر براجمان رہنے کے لیے احمد شاہ ابدالی سے رابطہ کیا:

"The younger Shah Nawaz Khan, displaced the elder, and corresponded with Ahmad Shah Abadali, who became master of Afghanistan on the assassination of Nadir Shah in June 1747."[۱۲]

احمد شاہ ابدالی کو اور کیا چاہیے تھا۔ یہاں سے اکٹھی کی ہوئی لوٹ مار کی دولت کا مزا تو وہ پہلے ہی نادر شاہ کے ساتھ آ کر چکھ چکا تھا۔ پچھلی لوٹ مار کی یاد ابھی اس کے دماغ میں تازہ تھی۔اس نے ایک دو نہیں بلکہ آٹھ حملے کیے۔اس نے پہلا حملہ 1747ء، دوسرا 1748ء،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیسرا 52-1751ء، چوتھا 56-1755ء، پانچواں 1759ء چھٹا 1762ء ساتواں 1764ء اور آٹھواں 1767ء میں کیا۔[۱۳] ان حملوں کے نتیجے میں پنجاب کی جو حالت ہوئی اس کے ذکر سے اس وقت کی شاعری اور ادب بھرا پڑا ہے۔ اسی صدی کے عظیم شاعر بلھے شاہ نے ان حالات کا بَین کرتے لکھا تھا:

در کھُلا حشر عذاب دا، بُرا حال ہویا پنجاب دا[۱۴]

احمد شاہ کی لوٹ مار تو پنجاب میں ضرب المثل بن گئی تھی

کھاہدا پیتا لاہے دا، وادھا احمد شاہے دا

یعنی وہی بچنا ہے جو کھا پیا لیا باقی تو احمد شاہ لوٹ کے لے جائے گا۔ احمد شاہ کے ان حملوں اور سکھوں کی بڑھتی طاقت کے نتیجے میں مرکزی حکومت دن بہ دن کمزور ہوتی چلی گئی اور سکھ مثلیں وجود میں آئیں۔ اس وقت کی اشرافیہ کے بارے میں وارث شاہ نے بہت خوبصورت طنز کیا ہے کہ:

وارث شاہ جنہاں ملے عطر شیشے، اُنھاں کیہ کرنا فوجداریاں نوں[۱۵]

سکھ بھلے ہی پنجاب باسی اور دھرتی کے بیٹے تھے لیکن انھوں نے اپنا سارا غصہ پنجاب اور پنجابیوں پر ہی نکالا۔ بدیسی حکمرانوں اور حملہ آوروں کی ساری زیادتیوں کا بدلہ دیسی لوگوں سے ہی لیا۔ 1766ء میں بھنگی مثل کا سردار جھنڈا سنگھ بہت بڑی فوج لے کر ملتان کی طرف بڑھا اور ملتان کے حاکم مبارک خاں کے ساتھ ایک بے نتیجہ جنگ لڑی۔ بعد میں صُلح ہوئی اور پاک پتن سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان سرحد مانا گیا۔[۱۶] یہ وہی زمانہ بنتا ہے جب وارث شاہ ملکہ ہانس (موجودہ ضلع پاک پتن) میں موجود تھا۔ یہ پاک پتن سے چند میل کی مسافت پر واقع ہے۔سکھوں کی جنگی کارروائیوں کے حوالے سے وارث شاہ کے ہاں بہت واضح اشارے ملتے ہیں۔

جدوں دیس تے جٹ سردار ہوئے، گھرو گھری جاں نویں سرکار ہوئی[۱۷]

یہ وہ سیاسی حالات تھے جن میں وارث شاہ نے زندگی کی۔اس نے دمودر سے شروع ہونے والی ہیر نگاری کی ریت کو چوٹی پر پہنچایااور اس قصے کو اپنے قلم کے زور سے ہمیشہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے عالمی ادب میں ایک سچے موتی کی طرح جڑ دیا۔دمودر سے لے کر وارث شاہ تک کہانی کے اصل ڈھانچے سے ہٹ کر دیکھیں تو بہت سی تبدیلیاں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں زیادہ تر تو شاعروں کے اندازِ بیاں کی ہی ہیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو شعراء کا اندازِ بیاں متعین کرتے ہیں؟شاعر جو کچھ معاشرے میں ہوتا دیکھ رہا ہوتا ہے وہ غیر محسوس طریقے سے اس کے مزاج پر اثر انداز ہو رہا ہوتا ہے۔جب وہ کوئی فن پارہ تخلیق کرتا ہے تو لا شعور میں بیٹھی بہت سی باتوں کی جھلک اس کی تخلیق میں آجاتی ہے۔ وارث شاہ بھلے اپنے سے صدیوں پہلے کی کہانی نظم کر رہا تھا لیکن عظیم فنکار وہی ہوتا ہے جو وقت اور جگہ کی قید میں ہوتے ہوئے بھی اس سے آگے نکل جاتا ہے۔ وہ جولکھتا ہے ،کائناتی بن جاتا ہے۔قصہ شروع کرنے سے پہلے وارث شاہ نے کہا تھا:

یاراں اساں نوں آن سوال کیتا،عشق ہیر دا نواں بنایئے جی۱۸

یعنی ہیر رانجھے کی عشق کہانی تو پہلے سے ہی موجود تھی اور مشہور بھی ہو چکی تھی لیکن وارث شاہ نے اسے معاصر سیاسی اور سماجی حالات سے جوڑ کر اس میں نئے رنگ بھر دیے۔وارث شاہ کی ''ہیر'' میں سے آج بھی ایسے کئی مصرعے تلاش کیے جا سکتے ہیں جن سے اس کے عہد کی پل پل بدلتی سیاسی حالت اور اس کے نتیجے میں لوگوں کے مزاج میں پیدا ہونے والی تلخی صاف دکھائی دیتی ہے۔ قصہ کار نے کرداروں کے ذریعے ہی بات کرنی ہوتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ وارث شاہ کے قصے میں لگ بھگ سبھی کردار ہی مزاجاً تلخ اور غصیلے ہیں۔ ہر کوئی بے زار دکھائی دیتا ہے۔لُڈن ملاح کو ہی دیکھ لیں۔ رانجھا جب اسے کشتی میں سوار کرا کے مُفت دریا پار کرنے کی درخواست کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے:

اسیں رب کیہ جاندے بھین پاڑا، بیڑا ٹھیلدے لب دے واسطے تے۱۹

کئی دانشور یہاں گالی کی بجائے لکیر یا نقطے لگا کر ''ہیر'' کو''پاک'' کرنے کے جتن کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ ادب کی سب سے بڑی ضرورت یعنی کتھارسس کا کیا ہوگا؟لُڈن ملاح بھی اسی سماج کا حصہ ہے جہاں ہر برس اندر یا باہر سے کوئی حملہ آور آتا ہے اور ہر چیز لوٹ کر لے جاتا ہے۔ اس کے مزاج کی تلخی اور محرومی نقطوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیان کی جاسکتی ہے؟وارث شاہ اپنے عہد، سماج اور لوگوں کا سچا ترجمان اور مصور ہے۔اس نے کرداروں میں کوئی کمی بیشی نہیں کی، جیسے وہ تھے ویسے ہی دکھا دیے۔ اوپر کے سیاسی حالات سے ہمیں یہ بات تو ماننی پڑے گی کہ ایک ملاح کا کردار ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جیسا وارث شاہ نے بیان کیا ہے۔ اس نے ملاؤں کی خوب لفظی درگت بنائی ہے۔وہ خود امام مسجد تھا۔ اگر وہ خالص فنکار نہ ہوتا تو کبھی اپنے خلاف لکھنے کی ہمت نہ کرتا۔

وارث شاہ کا زمانہ ہندوستان میں بہت سی تبدیلیوں کا زمانہ تھا۔ ہندوستان کی تاریخ کی سب سے بڑی سلطنت زوال کا شکار تھی۔ دوسری طرف تجارتی کمپنیوں کے روپ میں انگریز اور دیگر یورپی ہندوستان پہنچ چکے تھے۔ اگرچہ یہ کمپنیاں ابھی پنجاب نہیں پہنچی تھیں پر جنوب کی حد تک تو وہ پاؤں جما چکی تھیں۔ روسی لکھاری K. A. Antonova کے بقول:

> "In the eighteenth century the British trading company was the richest in India. Its main base was Madras on the Coromadle coast that the British had acquired in 1639-40 from the local ruler. By the middle of the eighteenth century the British had built the Fort St. George and the harbour there, which developed into a populous and rich port town."(20)

ہم نے پیچھے بھی یہ بات کی ہے کہ بڑا اور عظیم شاعر اپنے عہد سے آگے دیکھنے کی صلاحیت کا مالک ہوتا ہے۔ انگریزوں کی آمد برِعظیم کی تاریخ کا اہم موڑ ہے۔ انھوں نے ایرانی اور افغانی حملہ آوروں کی طرح مار دھاڑ اور قتلِ عام تو نہیں کیا لیکن لوٹ مار میں تو یہ ایرانی اور افغانی حملہ آور انگریزوں کے پاس سے بھی نہیں گزرتے۔یہ حملہ آور تو لوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے تھے لیکن انگریزوں نے ہندوستان کو کالونی بنا لیا۔یہاں کے خام مال سے ان کے کارخانوں نے اتنا مال بھگتایا کہ وہاں دولت کی ریل پیل ہوگئی اور ان کی کئی نسلیں سنور گئیں۔ وارث شاہ کے عہد تک انگریزوں نے ابھی پنجاب کا رُخ نہیں کیا تھا لیکن اس جیسے دانا اور دور اندیش شاعر سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اسے انگریزوں کی بنگال اور جنوب میں چل رہی کارروائیوں کا علم تھا اور وہ آنے والے وقت کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ اس کے مزاج کی تلخی شاید اس وجہ سے بھی تھی کہ اسے مستقبل میں سیاسی حالات درست ہوتے نظر نہیں آرہے تھے۔ دمودر سے وارث شاہ تک کے زمانے کے درمیانی وقفے میں پنجاب ایک خالصتاً زرعی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاشرے سے صنعتی معاشرے کی دہلیز تک پہنچ چکا تھا۔ اس کے ہاں کئی ایسے اشارے مل جاتے ہیں جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پنجاب میں صنعتی پیمانے پر چھوٹے موٹے پیداواری یونٹ وجود میں آ چکے تھے۔ وارث شاہ نے قصور کے بافتوں**۲۱**، لاہور کی کمانوں**۲۲**، باجوڑ کی دستاروں**۲۳** اور بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ چیزیں تو پنجاب میں پہلے سے ہی موجود تھیں لیکن ان کے باقاعدہ صنعتی حیثیت اختیار کرنے کا مطلب تھا کہ اب پنجاب صنعتی دور سے بہت دور نہیں ہے۔

وارث شاہ کے عہد میں لوگوں کا معیارِ زندگی بہت اونچا ہو گیا تھا۔ دمودر کے ہاں کھانے پینے اور اوڑھنے بچھونے کی سادگی وارث شاہ کے ہاں رنگا رنگی میں تبدیل ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ وارث شاہ جب کھانے پینے اور پہناووں کا بیان کرتا ہے تو ایک ایسے سماج کی تصویر پیش کرتا ہے جس میں بناؤ سنگھار اور کھانے پینے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لیے ہم دمودر اور وارث شاہ کے ہاں مہمانوں کی آمد پر کیے گئے اہتمام کا موازنہ کر لیتے ہیں۔ دمودر کے ہاں مہمانوں کی آمد پر کچھ یوں اہتمام ہوتا ہے:

تاں سُن سنُجم کیتا چوچک، جاں سنیا کھیڑے آئے
گھیو، گُڑ، کھنڈ، میدے تے دانے، آن موجود دھرائے
دانا، گھاہ، شراب پیائے، ڈھاڈی بھلے سدائے
انوائے بہوں لیف تلائی، بھلا دلان بچھائے**۲۴**

اور وارث شاہ مہمانوں کی آمد پر یوں سماں باندھتا ہے:

لگے نگدیاں تے شکر پارے تلین، ڈھیر لا دتے وڈے گھیوڑاں دے
تلے خوب جلیب گل بہشت بوندی، لڈو ٹکیاں بھنڑے میوراں دے
میدا کھنڈ تے گھیو پار ہے چھچی، بھابی لاڈلی نال جیوں دیوراں دے
گُلے قند مکھانیاں سہال مٹھے، پکوان گُنھے نال تیوراں دے**۲۵**

وارث شاہ کے سماج میں دیگر تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ایک بڑی تبدیلی سماج کا قبائلی سے معاشرتی یا شہری طرزِ حیات کی طرف سفر ہے۔ وارث شاہ کے عہد میں پنجاب قبائلی سے سرمایہ کاری نظام تک پہنچ چکا تھا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہو کار دا مال جیوں وچ کوٹاں، دوالے چونکیاں پھرن لاہور وانگوں۲۶

قبائلی زندگی میں ساہو کارے جیسے لہو چوس نظام کی گنجائش نہیں ہوتی۔ یہ بد صورتی سرمایہ کاری نظام کی عطا ہے۔سرمایہ کار کو صرف اپنے نفعے سے مطلب ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ نظام ہمیشہ سے عوام کے لیے تو اذیت ناک ہی رہا ہے۔ اس میں امیر، امیر تر ہوتا جاتا ہے اور غریب بیچارے بنیادی ضروریات کو بھی ترستے رہتے ہیں۔ یہ ایک فرد کے دوسرے کے بارے میں اچھا سوچنے کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہے اور ذاتی فائدے کو ترجیح دینے کی سوچ کو رواج دے کر سماج کو طبقات میں تقسیم کر دیتا ہے۔وارث شاہ کے ہاں ہم دیکھتے ہیں کہ شادی کے موقع پر ہر طبقہ کو دیا جانے والا کھانا بھی مختلف ہے۔ یعنی خوشی کے موقع پر بھی کمزور اور نچلے طبقے کو اس کی حیثیت کئی حوالوں سے یاد دلائی جاتی تھی:

منڈے ماس چاول دال دہئیں دھکر، ایہہ ماہیاں پالیاں راہیاں نوں
سبھ چوہڑے چپڑے رج تھکے، راکھے جھیڑے سانبھدے واہیاں نوں
کامے چاک چوبر سیری ڈنگراں نوں، دہئیں مکھ جیوں دیہن بھلایاں نوں
دال شوربا رسا تے مٹھا منڈے، ڈوماں ڈھلیاں کنجراں نائیاں نوں ۲۷

بُلھے شاہ اور وارث شاہ ایک ہی صدی کے شاعر ہیں۔ بلکہ کئی روایات کے مطابق تو دونوں ایک استاد حافظ غلام مرتضٰی قصوری کے شاگرد رہے۔ بُلھے شاہ کی شاعری میں بھی اس عہد کے حالات کی بھرپور تصویر دکھائی دیتی ہے۔حملہ آوروں کی لوٹ مار اور بادشاہوں کی تخت کے لیے اپنے ہی بھائیوں کو مارنے یا مروانے کے نتیجے میں عوامی سطح پر لوگوں کی سوچ کے بہاؤ کو بُلھے شاہ نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

اپنیاں وچ اُلفت ناہیں
کیا چاچے کیا تائے۲۸

اپنوں کے ہاتھوں لُٹنے سے جو دُکھ ہوا اس نے لوگوں کو زیادہ رنجیدہ کیا۔ وارث شاہ نے اس معاصر حقیقت کو ایک ازلی سچائی کی طرح یوں امر کر دیا:

وارث شاہ ایہہ غرض ہے بہت پیاری، ہور ساک نہ سین نہ انگ دے نیں۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ مصرعہ وارث شاہ نے تب کہا ہے جب رانجھے کے بھائی زمین کی تقسیم کے وقت چالاکی سے زرخیز زمین خود رکھ کر بنجر زمین رانجھے کو دیتے ہیں۔ رانجھے کا بھائیوں سے ایسا کہنا ایک انتہائی دکھی انسان کی ذہنی حالت کی تصویر کشی کرتا ہے۔ رانجھے کے روپ میں وارث شاہ نے بتایا ہے کہ اسے اس بات کا دکھ ہے کہ سماج میں غرض کی اجارہ داری ہے۔ خلوص اور بے لوث تعلق کا دورلد چکا۔ وارث شاہ کی ''ہیر'' کی طرف دھیان دیں تو یہ بات ثابت بھی ہوتی ہے۔اس کا کوئی کردار بھی قربانی دینے والا دکھائی نہیں دیتا۔لُڈن ملاح جو اسے کشتی میں سوار ہونے سے منع کرتا ہے جب اپنی دونوں بیویوں کو اس پر فریفتہ ہوتے دیکھتا ہے تو منت سماجت سے اسے کشتی میں سوار کرلیتا ہے۔رانجھے کے گھر چھوڑ کر نکلنے اور پہلی رات مسجد میں قیام کرنے پر جب اس کا سامنا مولوی سے ہوتا ہے تو مولوی پہلے اس پر اپنے علم کا رعب ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر ناکامی پر اپنا بھرم ٹوٹنے کے ڈر سے اسے مسجد میں قیام کی اجازت دے دیتا ہے۔جب رانجھا بالناتھ جوگی کے پاس فقیر ہونے جاتا ہے تو بالناتھ لمبی بحث کے بعد لاجواب ہو کر اسے جوگ عطا کرتا ہے۔ ہیر کی نند سہتی کئی لڑائیوں کے بعد اپنا محبوب 'مراد' لینے کی شرط پر رانجھے کی مدد کرتی ہے۔یعنی ہم لگ بھگ سبھی کرداروں میں غرض کی حکمرانی دیکھتے ہیں۔

حوالے

1. Richard Mckeon, The Basic Works of Aristotle (New York: Random House, 1941) 1463.
2. Tara Chand, History of the Freedom Movement (Delhi: The Publications Division, Ministry of Information and Broadcasting, 1961) 70.
3. Syed Mohammad Latif, History of the Punjab (Calcutta: Central Press Company, 1891) 178.
4. Sir Richard Burn, Cambridge History of India (New Delhi: S Chand & Co., 1963) 319.
5. J. D. Cunningham, A History of the Sikhs (New Delhi: S Chand & Co., 1985) 78.
6. Richard Burn 358.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۔ وارث شاہ، ہیر سید وارث شاہ، مرتب۔ شیخ عبدالعزیز(لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی، ۱۹۶۰ء)، ص۵۵۸۔

8. Latif 199.
9. Dunbar 301.
10. J.S. Grewal, The Sikhs of the Punjab (Cambridge: Cambridge University Press, 1999)87.
11. Latif 213.
12. Cunningham 84.
13. Latif 221-286.

۱۴۔ بُلھے شاہ، کلیاتِ بُلھے شاہ، مرتب۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر(لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی،۱۹۶۰ء) ص۱۴۲۔

۱۵۔ وارث شاہ، ص۶۳۹۔

16. Latif 297.

۱۷۔ وارث شاہ،ص۸۳۷۔

۱۸۔ وارث شاہ،ص۶۔

۱۹۔ وارث شاہ، ہیر وارث شاہ، مرتب۔ شریف صابر(لاہور: وارث شاہ میموریل کمیٹی، ۱۹۸۶ء)، ص۲۱۔

20. K. A. Antonova, "The British Conquest of India", A History of India, Ed., K. Antonova, G. Bongard-Levin, G. Kotovsky (Moscow: Progress Publishers, 1979) 16.

۲۱۔ وارث شاہ، ص۴۰۴۔

۲۲۔ وارث شاہ،ص۵۶۔

۲۳۔ وارث شاہ، ص۴۰۴۔

۲۴۔ دمودر، ہیر دمودر، مرتب۔ محمد آصف خاں(لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ،۱۹۸۶ء)،ص۴۲

۲۵۔ وارث شاہ،ص۲۰۵۔

۲۶۔ وارث شاہ،ص۱۴۹۔

۲۷۔ وارث شاہ،ص۲۰۷۔

۲۸۔ بُلھے شاہ، کلیاتِ بُلھے شاہ، مرتب۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر(لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی،۱۹۶۰ء،)

۲۹۔ وارث شاہ،ص۲۰۷۔

۳۰۔ عذرا وقار، *وارث شاہ عہد و شاعری*، اسلام آباد، ادارہ تاریخ و تہذیب و تمدن اسلامی، ۱۹۸۱ء، ص ص ۳۹-۴۰۔

© rasailojaraid.com